صوفیائے سرحد

حضرت اخوند درویزہ بابا

سیف الحنان پشاوری

مغربی پاکستان کے سرحدی علاقے میں اخوند درویزہ بابا بڑے مشہور عالم اور صوفی گزرے ہیں ان کی تبلیغی اور تعلیمی کوششوں سے یہ علاقہ رشد و ہدایت۔ اور اسلامی تعلیمات کا مرکز بنا ہوا تھا۔ انہوں نے اس علاقے میں قدیم صوفیا کے طریقے پر اصلاح و تربیت اور تربیت اور تبلیغ و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ عین اس وقت جب کہ اس علاقے کے مسلمان بدعت و گمراہی اور وہم پرستی میں مبتلا تھے انہوں نے اپنی زبان و قلم سے اس کے خلاف جہاد کیا۔ جس میں ان کو اچھی کامیابی حاصل ہوئی۔

خاندان

اخوند درویزہ بابا بن گدائی بن سعدی بن احمد بن متہ (المعروف بہ درغان) بن جیون بن جنتی۔ اس نسب سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بابا پٹھان نہ تھے مگر کافی عرصہ پٹھانوں کے علاقہ میں سکونت کرنے اور اسی علاقہ میں ان کا مزار موجود ہونے کی وجہ سے وہ پشاوری (پٹھان) کہلاتے ہیں۔ خود ان کے بیان کے

مطابق ان کے بزرگوں میں سب سے پہلا شخص لمغان کی جانب سے ننگرھار آیا ان کا پردادا جیون بن منبتی تھا۔ وہ اپنا آبائی نسب تاجک ترکوں اور اپنا مادری نسب سلاطین بلخ کے ذریعہ سکندر ذوالقرنین سے ملاتے ہیں۔ اپنی کتاب تذکرۃ الابرار والاسرار ص۱۱ میں خود تحریر فرماتے ہیں۔

سماع است از قدمائے خویش رحمہم اللہ تعالےٰ کہ در ایام ماضی جیون بن منبتی نام شخص از جانب لمغان بحدود ننگرھار درآمدہ مع اہل وعیال وتوابع واجال در درۂ ہمند کہ آن درہ ایست از درہ ہائے ننگرھار ورودے است از رودھائے آن دیار نزول نمودہ وسکونت فرمودہ متوطن گشت اما از انساب او از قدما برآنند کہ بمردم ترک باز می گردد ومیگویند قرابتے مادری با سلاطین بلخ باز میگردد

میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ پچھلے زمانے میں جیون بن منبتی نام کا ایک شخص لمغان کی طرف سے حدود ننگرھار میں آیا اور درہ ہمند میں جو ننگرھار کا ایک درہ ہے اور اس علاقے کی ندیوں میں سے ایک ندی ہے اپنے اہل وعیال ومتعلقین کے ساتھ اتر کر وہاں بود وباش اختیار کی اور اسے اپنا وطن بنایا۔ ان کے نسب کے بارے میں ہمارے بزرگ اسکے قائل ہیں کہ ترکوں تک وہ جا پہنچتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا مادری نسب بلخ کے بادشاہوں تک پہنچتا ہے۔

باباؒ کے جد اعلیٰ جیون کی نقل مکانی

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے جیون صاحب لمغان (موجودہ افغانستان) میں رہتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ علاقہ پہلے ہندوں کا ہوا کرتا تھا۔ یا جیون صاحب لمغان سے نقل مکانی کر کے جب ننگرھار (موجودہ افغانستان کے ہمند درہ میں رہتے تھے تو بعض حضرات کو مقام کے نام کی وجہ سے غلط فہمی

ہوکر یہ علاقہ ہندوں کا سمجھنے لگے۔

بہرکیف جب وہ اسی علاقہ میں رہتے تھے تو بابا اپنی کتاب تذکرۃ الابرار والاسرار میں اس کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں کہ ان کے جد اعلیٰ جیون جو جنتی سفید ریش اور گھنی ڈاڑھی والے بزرگ تھے۔ دولت مند اور سخی بھی تھے انہوں نے ننگرہار کے ہند درہ میں سکونت اختیار کی تو ایک عظیم الشان جشن منعقد کرکے تمام لوگوں کو مدعو کیا جب وہ لوگ کھانا کھا کر اٹھے تو از راہِ تمسخر جیون صاحب کی ڈاڑھی کو طعام آلود ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ جیون صاحب ان کی اس حرکت سے سخت ناراض ہوئے اور ان کی شکایت سلاطین بلخ سے کی جنہوں نے بعض لوگوں سے ان کی گوشمالی کرا کے جیون صاحب کا بدلہ لیا۔ اور یہ علاقہ بھی اپنی تحویل میں لے لیا جو کہ آج تک اولاد جیون صاحب کے پاس ہے۔

بابا کے اجداد اعلیٰ درغآن اور سعدی کی نقل مکانی

اس میں اختلاف ہے کہ درغان (رحمۃ) نے نقل مکانی کی تھی یا نہیں کی۔ البتہ اس پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ سعدی صاحب جو کہ "شیخ سعدی" سے مشہور ہیں اور ان کے والد احمد صاحب نے نقل مکانی کر کے خنواریوں کے علاقہ پاپین میں رہتے تھے۔

سنہ ۱۵۱۲ء میں قبائل یوسف زئی کے لوگ کابل سے براستہ ننگرہار پشاور میں آرہے تھے تاکہ سوات پر اپنا قبضہ جما سکیں تو شیخ سعدی صاحب بھی ان کے ساتھ آگئے تھے۔ جب مشہور پٹھان قانون داں شیخ ملی نے سوات کی زمین کی تقسیم شروع کی تو شیخ سعدی کو قبیلہ مندیزئی کے ساتھ شامل کرکے زمین اسے بھی الاٹ کردی۔

جس کے مطابق وہ دریائے خیالی اور سمہ دریاب کے درمیان تحصیل چارسدہ ضلع پشاور میں پڑتی تھی اور اس نسبت سے آج بھی اس علاقہ میں مندیزئی نام کا ایک گاؤں مشہور ہے

شیخ سعدی کی شہادت

شیخ سعدی بڑے عابد اور مشہور سخی تھے اس بنا پر انہوں نے غیر معمولی شہرت اور مقبولیت حاصل کی لیکن جب مغلوں نے یوسف زئی کے خلاف یورش کی اور امیر خودانی نے سواروں کے دستے کے ساتھ اس تمام علاقے کو تاخت و تاراج کیا تو اس کے بعض سواروں نے شیخ سعدی کو یوسف زئی قبیلہ کا فرد سمجھ کر اسے شہید کر دیا

اخوند گدائی کی گرفتاری اور اسکی رہائی

حضرت شیخ سعدی کے صاحبزادے اخوند گدائی جو اخوند درویزہ بابا کے والد ماجد ہیں یہاں مندیزئی ہی میں پیدا ہوئے تھے اپنے والد ماجد کے سانحہ شہادت کے موقعہ پر مغل سپاہ نے انہیں گرفتار کر لیا تھا۔ حاکم وقت کے دریافت کرنے پر جب شیخ سعدی کی شہادت کا اسے علم ہوا تو بیحد افسوس کیا اور اپنے سپاہ کو ڈانٹ ڈپٹ کر اخوند گدائی اور ان کے تمام خاندان قید و بند سے چھڑا لیا۔

اس واقعہ کے بعد انہوں نے مندیزئی کے علاقے میں رہائش چھوڑ کر علاقہ چغرزئی کے قبیلہ اسماعیل خیل میں سکونت اختیار کی جہاں انہیں مع دس دیگر ساتھیوں کے زمین بھی دی گئی۔

اخوند درویزہ باباکی ولادت

باباکی ولادت کے متعلق کوئی یقین نہیں کیا جا سکتا مولوی رحمان علی مرحوم نے اپنی مشہور کتاب تذکرہ علمائے ہند میں ان کا سنہ ولادت ۹۴۰ھ مطابق (۱۵۳۳ء) لکھا ہے اور اندازے سے بھی یہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ بابا نے ۱۰۲۱ھ میں تذکرۃ الابرار والاسرار نام کی کتاب تحریر فرمائی جسکے صفحہ ۱۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس وقت میری عمر اسی سال ہے۔

تاریخ اور تذکروں کے مطالعہ سے بابا کے مقام پیدائش کا بھی صحیح پتہ نہیں چلتا آیا وہ مندیزئی میں پیدا ہوئے یا چغرزئی میں البتہ غالب رائے یہ ہے کہ ان کی پیدائش مندیزئی کی ہے اور بچپن میں یقیناً چغرزئی میں تھے۔

اسم گرامی

بابا نے اپنے اسم گرامی کے متعلق کہیں بھی ذکر نہیں فرمایا۔ لہذا انہیں عام طور پر اخوند درویزہ بابا کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

"یوسف زئی پٹھان" کے مؤلف اللہ بخش صاحب یوسفی نے اظہار خیال کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ اخوند اور درویزہ دونوں القاب ہیں اخوند علامہ کے لئے استعمال ہوتا ہے اور درویزہ اس لئے مشہور ہوا کہ انہوں نے طالب علموں کے سامان خوراک کے لئے دریوزہ "وظیفہ" کا طریقہ ایجاد کیا چنانچہ آج بھی پشاور اور مردان بلکہ پٹھانوں کے تمام علاقہ میں "وظیفہ للّٰہ" یا "اللہ" کا آوازہ دیکر طلبہ "وظیفہ" سامان خوراک اپنے لئے اکٹھا کر لیتے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار ان کا نام عبدالکریم لکھتا ہے جبکہ یہی نام بابا کے بیٹے کا نام تھا۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں ہمنام ہوں یا مقالہ نگار والد اور بیٹے کے نام میں تمیز نہ کر سکا ہو۔

عبدالحلیم اثر افغانی اپنی تالیف روحانی اور روحانی تڑون" پشتو کے ص۱۶-۱۵ پر رقمطراز ہیں کہ۔

بابا کا اصلی نام عبداللہ ہے اور عام تذکروں میں ان کا نام "اللہ داد" آتا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے کے رواج کے مطابق عربی اسماء کو فارسی میں منتقل کیا جاتا تھا۔ اس کا ثبوت پیش کرتے ہوئے مولف موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ

اخوند درویزہؒ کے خاندان میں ان کے ایک صاحبزادے کا نام عبدالکریم ہے

"کریم داد" دوسرے صاحبزادے کا نام "پیر محمد" سے پیرداد اور ان کے ایک
کا نام "عبدالرحیم" سے رحیم داد کو منتقل کیا گیا۔ بایزید انصاری کے خاندان
عبدالکریم سے کریمداد، عبدالواحد سے "احدداد"۔ عبدالقادر سے "قادرداد"
سے پیرداد، عبدالخالق سے "خالق داد" اور عبدالہادی سے ہادی داد بنا۔

بچپن

بابا نے اپنی کتاب "تذکرۃ الابرار والاسرار" کے ص۱۰۰ تا ص۱۲۵ بڑی
او ربسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ بچپن میں سنت رسول کی تابعداری، بدعت
سے نفرت اور زہد و ریاضت کرنے کا بڑا شوق تھا۔ بچپن میں میری
حالت تھی کہ ہر وقت خوف خداوندی کی وجہ سے میں روتا رہتا تھا۔ و
ماجدہ میرے زیادہ رونے سے تنگ آجاتی تو کبھی کبھی مجھے مارتی تھیں۔
میں نے ذرا ہوش سنبھالا تو ہر وقت باوضو رہنا دن کو روزہ رکھنا رات
عبادت کرنا میرا معمول بن گیا۔ اور امر شریعت بجالانے اور اس کی منہیات
سے بچنے کی وجہ سے میرے قلب کو صفائی حاصل ہوئی اور میں نے
کچھ پالیا۔ افغانوں کی اصطلاح میں میں کامل بزرگ بن گیا۔ مجھے کشف
حاصل ہوا اور غیب کے حالات لوگوں کو بیان کرتا۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ
قسم کی حرکات طریقت کی راہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی۔ جب مں
علم دین کا حامل ہوا تو اس کے ذریعہ حقانی اور شیطانی واردات کے د
فرق کر سکا حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے کا سلیقہ آیا۔ یہاں
کہ ناشائستہ واردات شائستہ میں تبدیل ہوگئیں اور اہل سنت والجماعت
کے صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق اللہ نے مجھے بخشی۔

بابا صاحب ملا جمال الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر پڑھنا شروع کیا۔
ان کا کہنا ہے کہ علم نے میری طبیعت کو طریقہ سنت میں ڈھال دیا اور اس

جاہل افغانوں کی محبت میں عداوت میں تبدیل ہوگئی۔ کیونکہ وہ ہوائے نفس کے تابع تھے اور میری ہر حق بات پر انگلی اٹھاتے۔ البتہ اہل سنت میری باتوں کو سن کر اس کی تحسین کرتے اور میرے ساتھ محبت روا رکھتے اس حالت میں میں نے دنیا و مافیہا سے پرہیز کیا۔ جسکی بدولت میرا دل آئینے کی طرح صاف شفاف ہوگیا۔ اہل دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی اور جاہ طلبی سے حد درجہ احتراز کیا۔

سید علی ترمذی سے بیعت شریعت اور تجدید توبہ

فرماتے ہیں مجھے یاد ہے کہ میرے استاد ملا سنجرؒ از راہ شفقت مرشدی شیخ علی ترمذی کے مکان پر ایک دفعہ مجھے لے گئے میں نے ملاقات کے دوران ان سے اپنے کشف و کرامات و دیگر مخصوص حالات کا ذکر کیا۔ حضرت سید علیؒ نے متبسم ہوکر فرمایا کہ تم تو افغانوں کی اصطلاح میں پیر بن گئے ہو لیکن تمہارے یہ احساسات اس لئے سخت مضر ہیں کہ شیخ فانی کے بغیر اس قسم کا اقدام گمراہی کا موجب ہوتا ہے۔ مبتدی کو چاہیئے کہ کہ زہد و ریاضت کی ابتداء میں یہ وطیرہ اختیار کرے کہ تمام حرکات و سکنات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہو ورنہ وہ دنیا و آخرت میں مردود ہوگا۔ اسکی تمام ریاضت اور مجاہدات بلاشبہ گمراہی ہوگی۔

غرضکہ مرشدی سید علیؒ نے مزید پند و موعظت سے نواز کر اسکی روشنی میں مجھے تجدید توبہ کی توفیق ہوئی انہوں نے مجھ کو بیعت شریعت کرکے بعض امور کے بجالانے کا خاص طور پر ارشاد فرمایا مثلاً ایام بیض کے روزے۔ صلوٰۃ اوابین اور باجماعت نماز (فرائض) ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔ اگرچہ انہیں معلوم تھا کہ میں پہلے سے ان امور کا سختی سے پابند تھا لیکن اپنا فرض منصبی ادا کرنے کی خاطر انہوں نے مجھے اس قسم کی ہدایات دیں۔

کچھ عرصہ بعد میرے استاد مدقق اور خواجہ محقق حاجی الحرمین ملا نرنگی پا بینو
نے سید علی ترمذیؒ سے مجھ کو بیعت طریقت کرنے کی گذارش کی کیونکہ
مجھے اس کا اہل سمجھتے تھے۔ خدا کا فضل میرے شامل حال تھا حضرت شیخ نے
میرے استاد کی بات سنکر میری اہلیت کا اقرار کیا اور مجھ کو بیعت طریقت
شامل فرمایا۔ اس دن نماز ظہر ادا کرنے کے بعد مرشد نے مجھ سے فرمایا کہ
سے وقت میں ذکر و تلقین تمہارے دل کی گہرائیوں میں اتر سکے گا؟
میں نے سوچ کر عرض کیا کہ عشاء کے بعد کا وقت میرے لئے موزوں ثابت ہوگا
حضرت شیخ کا یہ خاص طریقہ تھا کہ وہ عوام کو بیعت شریعت کرتے اور صر
علماء اتقیاء کو بیعت طریقت کرتے۔ اس سلسلہ میں وہ فرماتے کہ ذکر امانت ال
ہے۔ یہ امانت اس کے اہل ہی کو دینا چاہیئے اس کے اہل علماء اتقیاء ہیں نہ کہ عوا
و جہال جو اس کے شرائط و لوازم کو پورا کرنے سے عاجز ہیں اور اس کی گرمی کو برداشت
نہیں کر سکتے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ضلالت و گمراہی۔ الحاد و بدعت مـ
مبتلا ہو جاتے ہیں"

اور درجہ بدرجہ چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ کبرویہ۔ شطاریہ میں مجھ کو بیعت
حضرت شیخ نے میری روحانی ترقیات سے خوش ہو کر فرمایا کہ علم تصوف کا یہ مرحلہ
انتہائی جدوجہد اور احتیاط کا ہے یہ وہ وقت ہے جس میں عارف اپنے آپ کو شریعت
صمدانی پر قائم رکھے تاکہ وہ اپنے اور مومنین و مومنات کے ایمان کو ضعف و زوا
سے محفوظ رکھ سکے اور مسلمانوں کو تشبیہ و تعطیل سے معصوم کر سکے۔ جب کہ اس ز
کے اکثر اہل ہوا شرائط پوری کئے بغیر علم تصوف کے اشارات و عبارات
عاجز رہتے ہیں وہ معرفت الہی کی ہیچوئی اور بیچونگی میں غلطی کھا کر کفر کی حد
پہنچ جاتے ہیں اور اس قسم کی حالت میں بعض خدا کو کسی صورت میں متصور کرتے
ہیں اور بعض کسی مکان پر اسے تصور کر لیتے ہیں اور بعض انفاس و ارواح کو
سمجھتے ہیں اور بعضے تمام کائنات کو محض وجود باری تعالیٰ اور اسماء کی ذات سمجھ

اخوند درویزہ بابا کا مشن

حضرت اخوند درویزہ باباؒ کے متعلق یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے قلم اور زبان سے افغانوں سے بدعات اور غیر شرعی رسومات دور کرنے علم دین کو عام کرنے اور شریعت و طریقت میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی بڑی کوشش کی اس سلسلے میں انہوں نے بڑے بار سوخ نقلی پیروں سے خطرناک حالات میں مشہور مناظرے کئے ان کے زیادہ تر مناظرے "پیر تاریک" سے ہوئے۔

اخبار الاولیاء میں ہے کہ شیخ علی ترمذیؒ جو سلسلہ چشتیہ صابریہ کے پیر طریقت تھے اور اس کے رواج کے مطابق "سماع" کرتے تھے حضرت اخوند درویزہؒ نے اسے خلاف شریعت سمجھ کر اپنے مرشد کو ٹوکا جنہوں نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں بعض اسرار منکشف ہونے کی خاطر سماع کبھی کبھی کیا کرتا تھا لیکن آئندہ کے لئے ایسا نہیں کروں گا چنانچہ انہوں نے پھر کبھی "سماع" نہیں کیا۔

وفات

حضرت اخوند درویزہؒ نے اخیر عمر میں علاقہ یوسف زئی کو چھوڑ کر پشاور میں سکونت اختیار کر چکے تھے۔ ان کی وفات ۱۰۴۸ھ بمطابق ۱۶۳۸ء ہوئی۔ یہ شاہجہاں کا عہد حکومت تھا۔ ان کا مزار مبارک پشاور شہر سے کوئی دو فرلانگ کے فاصلے پر موسیٰ زئی ہزار خانی روڈ کے کنارے پر واقع مرجع خلائق ہے۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے قطعہ ہذا میں ان کی تاریخ وفات تحریر کی ہے۔

زد بہار رفت در فردوس بالا | چو آں درویزا مد شیخ معظم
رائی رضا جو ارتحالش | نجواں درویزا معشوق مکرم

۱۰۴۸ھ

"رائی رضا" سے بھی تاریخ وفات نکالی گئی ہے۔

تالیفات

خود علم سے محبت رکھ کر دوسروں میں اسے مقبول کرانے کے لئے انہوں نے فا
و پشتو میں کئی تالیفات علم کو وسعت دینے کی خاطر انہوں نے یہ موقف اختیار کیا
کہ حضور اکرمؐ مدینۃ العلم ہونے کے باوجود "رب زدنی علماً" کی دعا فرمایا کرتے
ان کی ایک کتاب (۱) ارشاد الطالبین (فارسی) ہے۔ اس کے صفحات تقریباً ساڑ
پانچ سو ہیں چار ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے مختلف پر
یں بار بار چھاپی گئی ہے۔ علماء خراسان کی محبوب ترین کتاب ہے۔

(۲) "ارشاد المریدین" جو کہ ۱۲۸۴ھ میں پشاور شہر کے مطبع مصطفائی میں اور ۱۲۹۲
یں دہلی میں چھپ چکی ہے۔ اس کی زبان فارسی ہے۔ مسائل تصوف پر مشتمل
ہے جس میں ایک مقدمہ۔ سات نکتے اور خاتمہ ہے۔ (۳) "مخزن اسلام" جو
روشان" کی مشہور کتاب "خیر البیان" کے جواب میں اس کی طرح چار زبانوں
لکھی گئی ہے۔ بحوالہ "تذکرۂ صوفیائے سرحد" مطبع "فیض عام" دہلی سے شائع ہو
ہے اس کی ضخامت ۱۶۰ صفحات پر ہے۔ یہ کتاب عقائد و عبادات پر مشتمل
آٹھ ابواب میں منقسم ہے۔

(۴) "تذکرۃ الابرار والاشرار" بہ اخوندؒ کی معرکۃ الآراء تالیف ہے۔ الواط معانی
پر مشتمل ہے۔ تین تذکروں میں منقسم ہے اس کے ۲۳۲ صفحات ہیں ۱۳۲۱ھ تالیف
کی گئی اور ۱۳۲۰ء میں مطبع ہندو پریس سے شائع ہوئی۔ (۵ و ۶) حضرت اخوند
کی دو اور کتابیں "تلقین المریدین" و "تذکرۃ الاولیاء" بھی موجود ہیں۔ رود کوثر ص ۶۸
مؤلفہ شیخ محمد اکرام۔

(۷ - ۸ - ۹) اس کے علاوہ اور بھی ان کی کئی تالیفات شرح قصیدہ آمالی" فارسی
شرح اسماء حسنیٰ فارسی۔ برہان الانبیاء والاولیاء، موجود ہیں۔

پشتو زبان کے شاعر

مذکورہ تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ وہ پشتو زبان کے مشہور قادرالکلام شاعر تھے علم و حکمت سے بھرے ہوئے انکے اشعار پٹھانوں میں بہت مقبول ہیں۔ اس طرح سے انہوں نے پشتو پر عظیم احسان کیا ہے۔

اولاد

۱۔ میاں کریم داد شہیدؒ جن کا اصل نام عبدالکریم ہیں۔ ظاہری اور باطنی علوم میں اپنے والد ماجد سے مستفیض ہوئے تھے۔ پیر باباؒ کے خلیفہ تھے۔ مؤلف۔ محقق۔ ادیب۔ عالم اور شاعر تھے صاحب کشف و کرامت ولی اللہ تھے۔ ان کا مزار مبارک ریاست سوات کے موضع کانجو میں ہے۔ "شہید باباؒ" سے معروف ہیں۔

۲۔ میاں عبداللہ المعروف بہ میاں اللہ دادؒ۔ بڑے عالم و فاضل تھے۔ اپنے والد بزرگوار کے خلیفہ ہیں روحانیت میں بلند مرتبہ رکھتے ہیں مزار مبارک ریاست سوات کے موضع سلامپور میں میاں جیؤ بابا سے مشہور ہے۔

۳۔ میاں عبدالخالقؒ المعروف بہ میاں خالقدادؒ عالم فاضل اور مولف تھے مزار مبارک ریاست سوات کے موضع "نوے کلے" میں ہے۔

۴۔ میاں پائندہ محمدؒ عالم اور فاضل تھے علم فقہ کی کئی کتابوں پر حاشئے لکھے اپنے والد بزرگوار کے خلیفہ تھے مزار مبارک ریاست دیر کے علاقہ "اندیزئی" میں ہے۔